بِسمِ

النور انٹرنیشنل

جون 2019ء
رمضان/شوال 1440ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ نبی نہیں مجدد صدچہاردہم تھے جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

ارشد علوی

فہرست مضامین

1: کلامِ امام۔ (حضرت مسیح موعودؑ)	2
2: خطبہ عید الفطر از حضرت مولانا محمدؒ	3

سب کو النور کی طرف سے عید الفطر مُبارک
یاد رہے کہ فطرانہ دس پونڈ فی کس ہے

جلسہ انگلستان

16 اگست بروز جمعہ سے 18 اگست بروز اتوار احمدیہ جماعت یو کے ایک جلسہ منعقد کر رہی ہے۔ مہربانی فرما کر تفصیلات کے لئے شاہد عزیز یا سمیرا احمد سے رابطہ کریں۔

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط و کتابت

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام و اوقات

جمعہ - انگریزی 13:00

ماہانہ اجلاس - انگریزی - ہر ماہ پہلی اتوار 15:00

عیدین - انگریزی 11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین - پنجابی 13:00 سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقاریر اور تبادلہ خیالات - اردو ہر اتوار 09:00

سکائپ آئی ڈی

Lahori-Ahmadi

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

مُرتّب: ارشد علوی

طبقہ روساء محروم رہا کرتا ہے اور غریب لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں

البدر۔8 جنوری، 1904

21 دسمبر 1903 بعد نماز عید الفطر ظہر کے وقت حضرۃ اقدس مسجد میں تشریف لائے۔تو بعض احباب نے ذکر کیا کہ گورداسپور میں چند ایک شخص ایسے ہیں جن کو بڑا اشتیاق حضور کی زبان مبارک سے دعوے کے دلائل سُننے کا ہے اس پر آپ نے فرمایہ کہ اگر کوئی تقریب نکل آئی تو انشاءاللہ وہاں ایک مجمع کر کے بیان کر دئے جاویں گے۔اصل ذریعہ تبلیغ کا تقریر ہی ہیں۔اورانبیاءؑ اسکے وارث ہیں اب انگریزوں نے اسی کی تقلید کی ہے۔بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں ان کا طریقِ تعلیم یہی ہے۔کہ تقریروں کے ذریعے سے تعلیم دی جاتی ہے۔آنحضرت ﷺ بعض وقت اس قدر لمبی تقریر فرماتے تھے کہ صبح سے لے کر عشاء تک ختم نہ ہوتی تھی۔درمیان میں نمازیں آ جاتیں تو آپؐ ان کو ادا کرکے پھر تقریر شروع کر دیتے تھے۔

طبقہ روساء محروم رہا کرتا ہے اور غریب لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

اپنے مخالفین اور طبقہ اُمرا اور رؤساء کے متعلق فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اکثر ان میں سے بد نصیب ہی مریں گے۔آنحضرت ﷺ کے وقت میں کس قدر بادشاہ تھے جو اس وقت آپؐ کے معاصرین سے تھے لیکن ان کو قبولیّت کی توفیق عطا نہیں ہوئی۔پھر خُدا تعالیٰ نے اُن کے بعد غریبوں کو بادشاہ کیا جو

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان
2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ :۔"اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔"
3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔
4. بُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔رجال یکلمون من غیر ان یکونوانبیاء
5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سُنت کے مُسلّمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
6. ہر ایک شخص جو لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔
7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہر گز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں:"اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہمارے متبعین پر بھی ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ عروج ہی عروج ہو گا لیکن یہ ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے دور میں ہو یا ہمارے بعد ہو۔ خُدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے سو یہ بات ابھی پوری ہونے والی ہے۔ یہ لوگ اگر اس وقت سمجھ بھی لیویں تو بھی جو اِن کی خُود تراشیدہ مصلحتیں ہیں وہ قبولیّت کی اجازت نہیں دیتیں۔ یہ خُدا کی سُنّت ہے کہ اوّل گروہ غُرباء کو اپنے لیئے مُنتخب کیا کرتا ہے۔ اور پھر اِنہیں کو کامیابی اور عرُوج حاصل ہُوا کرتا ہے۔ کوئی نبی نہیں گُزرا کہ وہ (ظاہری حیثیت سے بھی) دُنیا میں ناکامیاب رہا ہو ۔ ہمیں اس امر سے ہر گز تعجب نہیں کہ ہمارے متبعین امیر نہ ہوں گے امیر تو یہ ضرور ہوں گے۔ لیکن افسوس اس بات سے آتا ہے کہ اگر یہ دولت مند ہو گئے تو پھر اُنہی لوگوں کے ہمرنگ ہو کر دین سے غافل نہ ہو جاویں۔ اور دُنیا کو مقدّم کر لیں۔

غریبی اور تقویٰ کا جوڑ ہے۔

جب تک کمزوری اور غریبی ہوتی ہے تب تک تقویٰ بھی انسان کے اندر ہوتا ہے۔ صحابہ کی بھی اوّل یہی حالت تھی۔ پھر جب کروڑہا مسلمان ہو گئے اور۔۔۔۔۔ وغیرہ اُن میں آ گیا تو خبیث بھی آکر شامل ہو گئے۔ ہم بھی خُدا کا شُکر کرتے ہیں کہ ہماری جماعت کی تعداد غُرباء میں ترقی کر رہی ہے۔

شام

مامور من اللہ کی سادگی اور بے تکلّفی۔

شام کے وقت بعد ادائیگی نماز مغرب حضرت اقدس نے جلسہ فرمایا تھوڑی دیر کے بعد جناب نواب محمد علی خان صاحب کے صاحبزادہ زرّیں لباس سے ملبس حضور کی خدمت میں نیاز مندانہ طریق پر حاضر ہوئے آپ نے اُن کو اپنے پاس جگہ دی۔ اُن کو اس ہیئت میں دیکھ کر خُدا کے برگزیدہ نے بڑی سادگی سے جناب نواب صاحب سے دریافت کیا کہ اِن کی کیا رسم ادا ہونی ہے۔ نواب صاحب نے جواب دیا کہ آمین ہے۔ اس اثنا میں ایک سروپا کا تھال آیا اور وہ حضورؑ کے رُوبرُو دھرا گیا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اب آگے کیا ہونا ہے۔ عرض کی گئی کہ اسے دستِ مبارک لگا دیا جاوے۔ چنانچہ حضور نے ایسا ہی کیا اور پھر فوراً ہی تشریف لے گئے۔

یکم شوال1349ھ20فروری1931ء

روزہ حکومت کرنا سکھاتا ہے

(خطبہ عیدالفطر)

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیٰناؒ نے آیات ذیل تلاوت کیں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَايَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَايَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (75:16-76)

ترجمہ: ”اللہ ایک غلام کی مثال بیان کرتا ہے جو (دوسرے کے) اختیار میں ہے کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنے ہاں سے اچھا رزق دیا ہے، سو وہ اس سے چھپا کر اور ظاہر خرچ کرتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ سب تعریف اللہ کے لئے ہے بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ اور اللہ دو آدمیوں کی مثال بیان کرتا ہے ایک اُن میں سے گونگا ہے، کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے، جدھر اُسے بھیجتا ہے

کوئی اچھا کام کر کے نہیں آتا۔ کیا وہ اور ایسا شخص برابر ہیں جو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ سیدھے رستہ پر ہے"۔

اور پھر آپؑ نے فرمایا کہ دو باتوں کو سب لوگ جانتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آج کوئی خوشی کا دن یا عید کا دن ہے۔ دوسری یہ کہ دن 30 دن مشقت کے گذارنے کے بعد آیا ہے۔ 30 دن روزہ رکھنے کے بعد یہ خوشی کا دن ہے۔ لیکن آج کے دن خوشی کس بات کی ہے؟ دو چیزیں ہیں۔ جن سے انسان کو حقیقی خوشی ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ جب انسان کسی مصیبت سے نکل جائے، تو اس کو راحت پہنچتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ وہ دکھ اور تکلیف سے باہر نکل گیا۔ دوسری یہ کہ جب اس کو کوئی آرام نفع یا راحت پہنچے۔

ان دو کے علاوہ اور کوئی تیسری چیز نہیں، کہ جس سے انسان کو خوشی میسر آئے۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ اسے دکھ سے چھٹکارا یا کوئی نفع پہنچانے والی چیز میسر آئے تو اس سے اس کو خوشی ہوتی ہے۔ آج خوشی کا دن ہے۔ لیکن آیا اس لئے کہ آج مہینہ بھر کے روزوں سے چھٹکارا پایا۔ رات کو بے وقت اٹھنا۔ سارا دن بھوکا اور پیاسا رہنا اور رات کو خدا کے حضور کھڑا ہونا کیا یہ ایک ایسی تکلیف نہیں، جس سے نکلنے پر انسان کو خوشی ہو سکے! بلاشبہ یہ ایک مشقت تو ہے۔ لیکن اس مشقت میں ایک راحت بھی تھی۔ ورنہ اپنی خوشی سے اسے کیوں اختیار کیا جاتا؟! یہ مشقت کوئی جبری مصیبت نہ تھی۔ کہ کسی نے اس کے لئے مجبور کر دیا ہو، بلکہ اپنی اختیار کی چیز تھی یہ 30 دن کے روزے اپنی مرضی سے ہی رکھنا اختیار کئے تھے۔ مجبور کرنے والا کوئی نہیں۔ اگر مجبوری ہوتی تو البتہ اس سے چھٹکارا حاصل کر کے خوشی ہوتی۔

پس ظاہر ہے کہ ہماری عید کی خوشی کی وجہ یہ تو نہیں ہو سکتی کہ ہم کسی مصیبت سے باہر نکل آئے ہیں! لیکن اگر یہ سمجھتے ہو کہ مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر کے خوشی نہیں ہوئی تو پھر حقیقی خوشی تو ہو سکتی ہے کہ ہمیں تیس دن روزے رکھ کر فی الواقع کوئی نفع پہنچا ہے۔ جب تک اس نفع کا احساس طبیعت پر نہ ہو، عید کی اصلی خوشی کو ہم نہیں پا سکتے۔

یہ سچ ہے کہ ایک خوشی تو اس بات کی ہے کہ ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں۔ یقیناً اجتماع بھی بہت بڑی خوشی اور راحت کا موجب ہے۔ آج کے دن کو یوم العیدین کہا گیا ہے۔ یعنی دو عیدوں کا دن۔ کیونکہ ایک آج عید ہے اور ایک جمعہ کا دن ہے۔ اور جمعہ کو بھی اجتماع کی وجہ سے یوم العید کہا گیا ہے۔ کیونکہ جہاں اجتماع ہوتا ہے، وہاں طبیعت کو راحت پہنچتی ہے۔ لیکن کیا اجتماع کے سِوا اور بھی کوئی راحت کا سامان ہمیں ملا ہے؟ کیونکہ اجتماع تو محض ایک آدھ گھڑی کی بات ہے۔ مگر عید کی راحت دیر پا ہونی چاہئے۔ اگر آج محض اجتماع کی وجہ سے ہمیں خوشی ہوئی ہے، تو پھر یہ ظاہری خوشی کا صرف ایک دن ہے۔ جو آج کے بعد ختم ہو جائے گی۔ لیکن اگر حقیقی خوشی اور راحت چاہتے ہو، تو دل کو محسوس کرنا چاہئے کہ وہ کون سا فائدہ پہنچا ہے۔ یا ہم نے مہینہ بھر روزے رکھ کر کونسا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور روزوں سے کیا فائدہ ہے؟! اس فائدہ کو رمضان کے خطبوں میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کے علاوہ حقیقی اور دیر پا فائدہ روزوں سے یہ بھی پہنچا ہے۔ کہ رمضان ہمیں حکومت کرنا سکھاتا ہے۔ اور حکومت ایک ایسی اعلیٰ چیز ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی دنیا میں اعلیٰ چیز نہیں۔ ظاہری حکومت کا نشہ بھی بہت بڑا نشہ ہوتا ہے کہ جس کے لئے انسان سب کچھ کر گذرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے کس قدر قربانیاں کی جاتی ہیں؟ شائد اور کسی مقصد کے لئے اس قدر قربانیاں نہ کی جاتی ہوں گی!

رمضان ہمیں کس طرح حکومت کرنا سکھاتا ہے؟

اگرچہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ لیکن وہ بڑی باتوں کی بنیاد ہیں۔ سب سے پہلے تو نیند پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ نیند ایک ایسی چیز ہے کہ انسان کو کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑتی۔ جب آتی ہے تو انسان کو مردے کی طرح لٹا دیتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے روزہ میں مسلمان کے لئے یہ سامان رکھ دیا ہے کہ وہ نیند پر حکومت

کرنا سیکھے۔ اس لئے کہ وہ ہر چیز پر حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح سے بھوک، کہ جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے، اور پیٹ کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کر لیتا، اس پر بھی حکومت روزے کے ذریعہ سے سکھائی ہے۔ پھر پیاس پر حکومت کرنا بھی سکھایا۔ اور جذبات پر حکومت کی مشق بھی کرائی۔ یہ تعلیم ہے کہ جو روزہ کے ذریعہ سے انسان کو دی ہے۔ اور بتانا چاہتا ہے کہ اس کو حکومت کرنے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو عام حکومت کے علاوہ اپنے جذبات پر بھی حکومت کرنا سکھایا ہے۔ اور یہ حکومت ہر ایک قسم کی حکومت سے مشکل ہے۔ اور کسی چیز پر حکومت کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا اپنے جذبات پر حکومت کرنا۔ پس روزوں کے ذریعہ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان حکومت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ غلام بننے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا۔ یہ ایک بہت بڑا سبق ہے، جو انسان کو دیا گیا ہے۔ اس سے جس نے فائدہ اٹھایا، وہ دنیا میں کامیاب ہو گیا۔ ایک شخص ادنیٰ حالت میں پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ اپنے بلند ارادے اور خیال سے کس قدر ترقی کر جاتا ہے! اس لئے تاریخ کو دیکھو تو اس میں ہزاروں مثالیں اس قسم کی ملتی ہیں، کہ کس طرح سے ایک شخص خستہ حالت میں پیدا ہوتا ہے، مگر اس راز کو سمجھ کر، کہ وہ حکومت کے لئے پیدا ہوا ہے، کس قدر بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے!

ابھی میں نے ایک شخص کا قصہ پڑھا ہے کہ اس کے پاس ابتدا میں صرف چند مرلے زمین تھی۔ یتیم رہ گیا تھا۔ مگر اپنی لگاتار محنت سے امریکہ کا پریزیڈنٹ بن گیا۔ وہ اپنی ایک تقریر میں اپنی اس کامیابی کا راز یوں بتاتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک شخص ایک جرنیل اعظم ہے۔ وہ خواہ کتنا بھی ادنیٰ کیوں نہ ہو، اس کو یہ سیکھنا چاہئے کہ وہ ارد گرد پر حکومت کرنا سیکھے۔ مسلمانوں کی یہ کس قدر بدقسمتی ہے، کہ انہوں نے اعلیٰ جواہر کو بھلا دیا ہے کہ جو ترقی کے لئے ان کو دیئے گئے تھے! یہی باتیں جب وہ انگریزی کتابوں میں پڑھتے ہیں، تو ان پر فدا ہو جاتے ہیں اور قابل عمل سمجھتے ہیں! لیکن انہی کو قرآن کریم اور حدیث میں نہایت اعلیٰ رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں موجود ہے كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِہٖ۔ ہر ایک تم میں سے حاکم ہے اور وہ اپنی رعیّت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ تو جرنیل کیا، یہاں ہر انسان کو یہ بتایا ہے کہ وہ بادشاہ ہے۔ اور کوئی نہ کوئی چیز اسے حکومت کے لئے دی گئی ہے۔ عورت کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ بھی اپنے گھر میں ایک ملکہ ہے۔ قرآن کریم نے بھی انسان کے بلند مرتبہ کے متعلق بڑا بھاری انکشاف کیا ہے۔ اور انسان کو خلیفۃ اللہ قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات تو بدون وحی معلوم ہو ہی نہ سکتی تھیں، مگر حق یہ ہے کہ انسان کے مرتبہ کو بھی قرآن شریف نے ہی دنیا پر ظاہر کیا ہے۔ اسلام سے پیشتر غیر مذاہب نے انسان کو کتنا ذلیل سمجھا تھا؟! ہندوؤں کے ہاں انسان گذشتہ جنم کے گناہوں کی زنجیر میں جکڑا ہوا آتا ہے۔ ہر شخص جو پیدا ہوتا ہے وہ گناہوں کی پاداش میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ عیسائیوں کے ہاں بھی کوئی انسان کا بچہ بے گناہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام کا کمال یہ ہے کہ اس نے ان تمام مذاہب کے خلاف یہ بتایا کہ ایک مسلمان کا بچہ ہی نہیں، بلکہ عیسائی، یہودی، ہندو اور مجوسی ہر ایک کا بچہ فطرۃ سلیمہ پر اور بے گناہ پیدا ہوتا، اور نیک پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِہٖ اَوْ يُنَصِّرَانِہٖ اَوْيُمَجِّسَانِہٖ۔ ہر ایک بچہ بے گناہ اور فطرتاً نیک پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا لیتے ہیں، نصرانی بنا لیتے ہیں یا مجوسی و ہندو بنا لیتے ہیں۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک رؤیا بیان فرمایا ہے۔ کہ میں نے ایک بزرگ کو جنت میں دیکھا۔ اس کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے بچے جمع ہیں۔ فرشتہ نے کہا کہ یہ بزرگ، جو نظر آتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور یہ بچے جو اس کے ارد گرد جمع ہیں اَوْلَادُ النَّاسِ ہیں۔ یہاں لوگوں کے بچے کہا ہے۔ مسلمانوں کے نہیں کہا۔ اس میں مشرکوں یہودیوں عیسائیوں اور ہندوئوں کے سب بچے شامل ہیں۔ گویا جو بچے نابالغی کی حالت میں

فوت ہو جائیں، وہ سب جنتی ہیں۔ خواہ وہ مسلمانوں کے ہوں یا غیر مسلموں کے! یہ سب سے پہلا احسان ہے کہ جو قرآن کریم نے انسان پر کیا، کہ اس کو اس ذلت کی حالت سے باہر نکالا۔ اس کے بعد فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (30:2) کہ میں زمین میں ایک حکمران پیدا کرنے والا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کسی کا بھی محکوم نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان ایک کا محکوم اور باقی سب کا حاکم ہوگا۔ اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ میں ایک خلیفہ بادشاہ اور حاکم بنانے والا ہوں۔ کہ جو خدا کے آگے تو جھکے اور باقی سب پر حکومت کرے۔ ان دونوں آیات میں بھی، کہ جن کو میں نے شروع میں پڑھا ہے، اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ فرمایا ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا۔ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِ رُعَلٰی شَیْئٍ۔ ایک مملوک بندہ کی، کہ جو حاکم نہیں اور نہ اس کو کسی قسم کا اختیار ہے۔ وَّمَنْ رَّزَقْنٰہُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ سِرًّا وَّجَھْرًا اور ایک اور شخص ہے کہ جس کو ہم نے رزق حسنہ عطا کیا ہے۔ پھر وہ اس مال میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے۔ ھَلْ یَسْتَوٗنَ کیا مالک و مملوک اور حاکم و محکوم دونوں برابر ہیں؟! نہیں۔ کیا دونوں برابر نہیں۔ ان میں سے حاکم کون ہے اور محکوم کون ہے؟! وہ شخص جو حسب دلخواہ خرچ کرتا ہے جو کچھ اس کو ملا ہے اس کو خرچ کرتا ہے وہ تو حاکم ہے۔ خرچ کرنے والے کو حاکم کیوں کہا؟ اس لئے کہ دنیا میں ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں کہ ان کے پاس مال و دولت کے خزانے ہیں۔ لیکن وہ اس پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ بلکہ اس معاملے میں گویا بے دست و پا ہیں۔ وہ اپنے مال کے مالک نہیں۔ کیونکہ اگر وہ مالک ہوتے، تو خرچ کیوں نہ کرسکتے؟! وہ لوگ دولت کے غلام اور اس کے مملوک ہیں۔ وہ چونکہ خرچ نہیں کرتے، اسلئے گویا وہ اس کے حاکم نہیں رہے، بلکہ محکوم ہوگئے ہیں بَلْ اَکْثَرُ ھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ مگر اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مالک ہیں لیکن فی الحقیقت وہ مالک نہیں مملوک ہیں۔

ان دو شخصوں کی مثال کے علاوہ دو اور شخصوں کی مثال بھی بیان فرمائی وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُ ھُمَا اَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْئٍ اللہ تعالیٰ دو شخصوں کی مثال بیان کرتا ہے۔ ان میں سے ایک اَبْکَمُ یعنی گنگ ہے۔ لَایَقْدِرُ عَلٰی شَیْئٍ کسی شے پر اس کو قدرت حاصل نہیں۔ وَھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰہُ۔ اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے۔ مملوک ہے مگر مملوک بھی وہ، کہ جو اپنے مالک پر بوجھ ہے۔ انسان کبھی دوسرے کا غلام بھی ہو جاتا ہے۔ مگر وہ غلام، کہ جو اپنے مالک پر بوجھ ہو، وہ بدترین غلام ہے۔ اَیْنَمَا یُوَجِّھْہُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ۔ جہاں کہیں بھی اس کو بھیجا جائے کوئی اچھا کام کرکے نہیں آتا ھَلْ یَسْتَوِیْ ھُوَ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کیا وہ برابر ہے اس کے، جو انصاف کے ساتھ حکومت کرتا ہے، اور وہ صراط مستقیم پر ہے۔

بعض احادیث کو پڑھ کر بڑا لطف آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا کس قدر باریک فہم دیا گیا تھا! ان دونوں آیات کو پڑھتے ہوئے ایک حدیث یاد آگئی۔ فرمایا لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اِثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ۔ رشک کے قابل دو ہی شخص ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت اور دانائی عطا کی ہو، اسے عمل میں لاتا ہو، اور وہ اسے دوسروں کو سکھاتا ہو، یا کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس پر یہ قدرت رکھتا ہو کہ اس کو کار خیر میں خرچ کرے۔ پہلا علم والا اور دوسرا مال والا کہ جو اس کو خرچ کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی دونوں آیات میں بھی۔ یعنی پہلی میں مال کے اور دوسری میں علم کے خرچ کرنے کا ذکر ہے۔ جو لوگ مال کو خرچ نہیں کرتے، وہ مال کے مملوک ہیں۔ مگر وہ لوگ جو علم کو خرچ نہیں کرتے، وہ بھی علم کے محکوم ہیں۔ وہ دوسروں کے بالمقابل عاجز اور ناکارہ ہیں۔ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے بالمقابل رکھے ہیں۔ ایک گروہ کے

متعلق فرمایا۔ فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ سِرًّا وَّجَھْرًا وہ ظاہر اور پوشیدہ خرچ کرتا ہے۔ دوسرے کے متعلق فرمایا کہ وہ علم کو خرچ کرتا ہے۔ خود اس پر عمل کرتا ہے۔ دوسروں کو سکھاتا ہے۔ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ سے ظاہر ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا ہے۔ پیدائش کے لحاظ سے تو کسی کو بھی محکوم پیدا نہیں کیا۔ مرد ہو یا عورت ہو۔ انسان کو قرآن کریم کا یہ سبق یاد رکھنا چاہئے کہ وہ حاکم ہے۔ وہ محکوم نہیں پیدا کیا گیا۔ مسلمانوں کو روزہ بھی یہی سبق سکھاتا ہے کہ تم حاکم ہو محکوم نہیں۔

میں رمضان کے خطبات میں بتا چکا ہوں کہ روزے تمہیں کس طرح سے حکومت کرنا سکھاتے ہیں؟ اگر تم نے اس پر عمل کیا اور اپنی عملی زندگی میں لاکر دکھا دیا تو تم نے روزوں سے فی الواقع فائدہ اٹھایا۔ روزوں نے تمہیں پیٹ پر حکومت کرنا سکھایا۔ مگر تم اس کے پھر محکوم بن جاتے ہو۔ آرام اور آسائش پر بھی حکومت کرنا سکھایا کہ جب تم حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کی آواز سنو، اپنے آرام کو چھوڑ کر نماز کی طرف آجاؤ۔ اگر تم اس وقت اٹھ کھڑے ہوتے ہو، تو تم نے اس پر حکومت کرنا سیکھ لیا۔ ورنہ تم اس کے محکوم ہو گئے۔ اسی طرح سے روزوں نے تمہیں جذبات پر بھی حکومت کرنا سکھایا تھا۔ اگر تم اس پر حکومت کرنا سیکھ گئے، تو تم ان پر حاکم ہو۔ ورنہ تم جذبات کے غلام ہو۔ مسلمانوں کی حالت آج کل بہت خراب ہے۔ وہ روزے تو شاید رکھتے ہیں، مگر روزوں سے جو سبق حاصل کرنا چاہئے، وہ نہیں حاصل کرتے۔ اس لئے ان کی حالت کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰہُ تک پہنچ گئی ہے کہ وہ نہ صرف غلام ہیں، بلکہ ایسے غلام ہیں، کہ جو اپنے مالک پر بھی بوجھ ہوں، جن کو وہ اپنے آقا سمجھتے ہیں۔ وہ بھی ان کی پروا نہیں کرتے۔ نہ تو انگریز ہی مسلمانوں کی پروا کرتے ہیں اور نہ ہندو بلکہ وہ ھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰاہُ یعنی اپنے مالک کے لئے بھی بوجھ ہونے کے مصداق ہو رہے ہیں۔ کوئی خبر نہیں لیتا۔ اخباروں کو پڑھ کر دیکھو، کہ اس قوم کی حالت کہاں تک پہنچ چکی ہے؟! غیروں کی حکومت کے علاوہ اپنی خواہشات کے بھی غلام ہو چکے ہیں۔ یہ جسمانی طور پر محکوم ہو کر بھی حاکم بن سکتے تھے، مگر افسوس ہے کہ ان کے اپنے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں۔ اور ہر طرف سے دھکے کھا رہے ہیں۔

یہ ایک مسلّم بات تھی کہ مسلمانوں میں شجاعت اور بہادری ایسی ہے کہ وہ جنگی خدمات بہترین ادا کر سکتے ہیں۔ مگر اب وہ فوج کے قابل بھی نہیں سمجھے جاتے۔ ابھی جو تیرہ نوجوان فوجی تعلیم کے لئے چُنے گئے ہیں، ان میں صرف ایک مسلمان ہے۔ مسلمانوں کی حالت بہت تھوڑے عرصہ میں یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں رہی۔ جب تک کوئی آپ اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش نہیں کرتا، اس وقت تک اس کی حالت بدل نہیں سکتی۔ جہاں مسلمانوں کی سلطنتیں تھیں، وہاں اب یہودی مسلمانوں پر غالب ہو گئے ہیں۔ فلسطین میں یہاں تک حالت گر گئی ہے کہ وہاں مسلمان اپنے بچے تک بیچ کر گذارہ کرتے ہیں۔ اور دن بدن دوسروں کے غلام ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

باتیں تو بہت سی کہنے والی تھیں، مگر آج چونکہ جمعہ ہے، دوبارہ بھی لوگوں نے مسجد میں جمع ہونا ہے، اس لئے زیادہ آپ لوگوں کو نہیں روکتا صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ تم ایک ایسی جماعت ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ عقائد پر رکھ کر چُنا ہے۔ مگر جب تک تم میں کام کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی، اس وقت تک یہ تمہارا صرف منہ کا دعویٰ ہو گا۔ قومیں اور جماعتیں بغیر روپیہ اور سرمایہ کے نہیں بنتیں۔ جتنا روپیہ تمہارے گھروں میں پڑا ہے، وہ قوم کا مال نہیں قوم کا مال وہی کہلا سکتا ہے کہ جو قوم کے بیت المال میں موجود ہو۔ اس وقت میں قومی بیت المال کے لئے آپ لوگوں کے سامنے ایک چھوٹی سی تجویز پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم قومی اور جماعتی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے ایک نئے مستقل فنڈ کی بنیاد رکھیں۔ اس وقت میں دس دس دن کی آمد کا ذکر نہیں کرتا۔ وہ تو ایک الگ مطالبہ ہے۔ البتہ یہ ایک ایسی تجویز ہے کہ آپ پر بوجھ

بھی نہ ہو۔ اور جماعت اور قوم بھی بن جائے۔ جماعت کے ہر مرد عورت اور بچہ سے مستقل فنڈ کے لئے صرف ایک آنہ کا مطالبہ ہے۔ ایک آنہ کی وقعت ہی کتنی ہوتی ہے؟ لیکن اگر مرد، عورت اور بچہ اس کے ادا کے لئے تیار ہو جائے، تو صرف دس سال میں اس سے پچاس ہزار روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ پھر آپ اس کے ساتھ مشن کھولیں اور کالج بنائیں۔ جو چاہیں کریں۔ لیکن ہر شخص اس کے ادا کرنے کے لئے پختہ عہد کرلے۔ مگر یہ ایک آنہ اس چندہ کے علاوہ ہو گا کہ جو آپ ماہوار ادا کرتے ہیں۔ اس سے دینے والوں پر کوئی زائد بوجھ بھی نہیں پڑے گا۔ جو شخص ایک روپیہ ماہوار دیتا ہے، اس کو ایک روپیہ ایک آنہ دنیا پڑے گا۔ جو شخص دو روپیہ دیتا ہے، اس کو دو روپیہ ایک آنہ دینا ہو گا۔ ایک عورت بھی گھر کے خرچ سے ایک آنہ آسانی سے ہر ماہ نکال سکتی ہے۔ ایک طالب علم اپنی مدرسہ کی فیس کے ساتھ ایک آنہ کو بوجھ کے طور پر محسوس نہیں کرے گا۔ ایک دفعہ یہ سب لوگ صرف عزم کرلیں، تو اس ایک ایک آنے سے جماعت کا خزانہ بھر سکتا ہے۔ یہ آنہ مستقل طور پر جمع ہوتا چلا جائے گا۔ اس کو ہم ایک عرصہ تک کسی جگہ خرچ نہیں کریں گے۔ اس کے لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ علاوہ اپنی جماعت میں اسے عام کرنے کے، دوسرے مسلمان بھائیوں سے بھی یہ ایک آنہ وصول کرنے کی کوشش کی جائے۔ جو لوگ میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، وہ ایک سو کاپی اس ایک آنہ فنڈ کی لیں۔ اور سال بھر میں مجھے جمع کر کے دے دیں۔ باقی انجمن کے چندہ سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔ وہ چندہ انجمن جانے اور آپ جانیں۔ مگر یہ ایک آنہ فی کس میں آپ سے لوں گا۔

ایک آنہ فی کس سے یہ مراد نہیں کہ ہر شخص ایک ہی آنہ ماہوار دے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے، وہ اپنے آپ کو سولہ آدمیوں کے برابر سمجھ کر ایک روپیہ ماہوار بھی دے سکتے ہیں۔ اس ایک آنہ سے انشاء اللہ تعالیٰ میں زندہ رہا، تو آپ کی انجمن کو دس سال میں پچاس ہزار روپیہ جمع کر دوں گا۔ اگر مر گیا تو خیر۔ میں نے اس کی بنیاد تو رکھ دی ہے۔ اور میں نے بتا دیا ہے کہ قوم بننا چاہتے ہو تو ایک آنہ سے بھی بن سکتے ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے اپنے سترہ سال ضائع کر دیئے۔ اگر ابتداء سے یہ تجویز کی جاتی، تو اس وقت تک ایک معقول رقم جماعتی خزانہ میں جمع ہو جاتی۔ ہر فرد کے پاس ایک آنہ بظاہر کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن یہی ایک قومی حیثیت اختیار کر کے قوم کی قوت کو موجب ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ سب احباب اس میں فوراً شامل ہو کر اسے کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے۔ (پیغام صلح۔ 7 مارچ 1931ء)

غزہ میں پچھلی عید

یہ سب آپ کو بہت بہت عید مُبارک کہتے ہیں لیکن آپ اِن کے متعلق سوچ کر اپنی عید خراب مت کریں۔